زکوٰۃ و صدقۂ فطر

احکام و مسائل

مولانا محمد رضوان القاسمیؒ

دارالقلم حیدرآباد

نذرای خدمت محترم جناب مولوی حبیب الرحمن صاحب سکریٹری انجمن

محمد رضوان القاسمی
۱۴۰۱/۱۰/۱۳

سلسلہ مطبوعات دار القلم حیدرآباد

(۵)

زکوٰۃ و صدقۂ فطر

احکام و مسائل

تالیف : مولانا محمد رضوان القاسمی ۔ طابع وناشر : دار القلم حیدرآباد (الہند)

طباعت : اعجاز پرنٹنگ پریس، چھتہ بازار حیدرآباد

سنہ اشاعت : رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ م جولائی ۱۹۸۱ء ۔ تعداد اشاعت : ایک ہزار

قیمت :۔ دو روپے (Rs. 2/-)

دار القلم کا مرکزی دفتر و مکتبہ : متصل مسجد محی الدین النساء بیگم جدید ملک پیٹ ۔ حیدرآباد ۳۶۔

سرِورق

ایک عام تصور یہ ہے کہ زکوٰۃ و صدقات سے مال گھٹتا ہے۔ قرآن نے اُسے شیطانی وسوسہ قرار دیا ہے۔ اور پوری قوت کے ساتھ اعلان کیا ہے کہ نیک نیتی کے ساتھ جو مال اللہ کے راستہ میں خرچ کیا جاتا ہے وہ گھٹتا نہیں بڑھتا ہے۔ ایک جگہ قرآن نے ایک تمثال کے ذریعہ اس حقیقت کو ذہن نشین کرایا ہے کہ دیکھو! جب بیج زمین میں بویا جاتا ہے تو وہ صرف ایک دانہ ہوتا ہے لیکن جب پودا بن کر بار آور ہوتا ہے تو اس میں سات خوشے نکل آتے ہیں اور ہر خوشہ میں سَو سَو دانے پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح جو مال اللہ کے راستے میں خرچ کیا جاتا ہے اس کا ثواب اللہ تعالیٰ سات سَو گنا بخشتا ہے بلکہ جس کے لئے چاہتا ہے اس سے بھی زیادہ کرتا ہے اور دنیا میں بھی مال میں ترقی دیتا ہے (دیکھئے سورہ بقرہ آیت ۲۶۲، ۲۶۸)

سرورق پر چند بالیوں اور تدریجی ترقی کے نشانات کے ذریعہ اسی قرآنی مفہوم اور رحمانی تصور کو اُجاگر کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو دراصل اس رسالہ کا اہم پیغام ہے۔

قابلِ غور اور لائق عمل

■ اگر اللہ تعالیٰ نے آپ کو مال و دولت سے نوازا ہے تو یہ سوچئے کہ اس میں آپ کی قابلیت و صلاحیت کا کوئی دخل نہیں ہے، نہ اللہ پر آپ کا کوئی حق تھا بلکہ اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے نوازا ہے ورنہ دنیا میں بہت سے لوگ آپ سے بھی کہیں زیادہ قابل اور باصلاحیت ہیں لیکن اللہ نے انھیں محروم رکھا ہے۔ ■ آپ مال کے مالک نہیں بلکہ امین ہیں۔ یہ امانت اللہ کی جانب سے ہے، اس لئے مال کے خرچ کرنے میں آپ خدائی احکام کے پابند ہیں۔ ■ اگر آپ صاحب نصاب ہیں تو مکمل حساب کر کے ہر سال پابندی کے ساتھ زکوٰۃ ادا کیجئے، اور یہ سمجھئے کہ آپ کے مال میں قوم و ملت کے ضعیف عنصر مثلاً یتیم بچے، بیوہ عورتیں، اپاہج و معذور مرد اور عورتیں اور عام فقراء و مساکین اور دین کا حق ہے۔ ■ زکوٰۃ و صدقات، آپ کے مال کی حفاظت اور اس کی ترقی، زیادتی اور پاکیزگی کے ضامن ہیں، اس کے ذریعہ آپ حُبِّ مال سے پیدا ہونے والی اخلاقی بیماریوں کے جراثیم سے پاک رہ سکیں گے۔ ■ عورتوں کو زیورات سے بڑی محبت ہوتی ہے، ان کے لئے وہ حدیث قابلِ غور ہے جس میں ذکر ہے کہ "ایک مرتبہ آپؐ کی خدمت میں دو عورتیں آئیں جن کے ہاتھوں میں سونے کے کنگن پڑے ہوئے تھے، آپؐ نے ان سے دریافت فرمایا کہ ان کی زکوٰۃ دی ہے؟ بولیں: نہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ تم لوگوں کو یہ پسند ہے کہ اس کے بدلے تمہیں آگ کے کنگن پہنائے جائیں؟ بولیں نہیں یا رسول اللہ! آپؐ نے فرمایا "تو پھر اس کی زکوٰۃ دیا کرو"۔ (ترمذی) ― ■ زکوٰۃ کے سلسلہ میں حضرت امجد حیدرآبادی کی یہ بلیغ رباعی آپ کو دعوتِ فکر دیتی ہے:

دے دیجئے خوش دلی سے ہر ایک کا حق
برباد نہ کیجئے کھیت ایک جَو کے لئے
اک جزوِ زکوٰۃ ہے محافظ کُل کا
ہے ڈھائی روپے کا سنتری سَو کے لئے

■ زکوٰۃ و صدقات میں خدا کی خوشنودی پیشِ نظر رکھئے، احسان، دباؤ اور نام و نمود سے ثواب ضائع نہ کیجئے۔ جو کچھ دینا ہے ادب و احترام کے ساتھ جلد دیدیجئے "ابھی نہیں پھر، آج نہیں کل، صبح نہیں شام" والے عمل سے خدا کی ناراضی اور خلق خدا کی دل شکنی کا گناہ مول نہ لیجئے۔ (مؤلف)

فہرست عنوانات

زکوٰۃ وصدقۂ فطر ـــــ احکام و مسائل

آپ کی توجہ کے لئے

اگر آپ چاہتے ہیں کہ :

★ صالح، مفید اور تعمیری لٹریچر کا مطالعہ کریں۔
★ جدید مادّی افکار کے مقابلہ میں اسلام کی برتری ثابت کریں۔
★ اپنے گھر اور سماج کو غیر اسلامی رسوم و رواج سے پاک کریں۔
★ اسلام کے متعلق صحیح، مستند اور مستحکم معلومات حاصل کریں۔
★ صحیح بنیادوں اور اسلامی خطوط پہ معاشرہ کی اصلاح کریں

تو :-

دار القلم حیدر آباد

کے ممبر بنیں اور اس کی مطبوعات کا مطالعہ کریں

ممبری فیس کچھ بھی نہیں رکھی گئی ہے بلکہ خواہش صرف یہ ہے کہ آپ اس ارادہ کا اظہار فرمائیں کہ ادارہ کی مطبوعات، جب کبھی بھی آپ کی خدمت میں پہنچیں، انھیں مطلوبہ قیمت ادا کر کے وصول فرمالیا کریں گے۔

کم از کم ہر دو یا تین ماہ پہ انشاء اللہ کوئی مفید کتاب شائع کی جائے گی ہر کتاب کی قیمت معتدل اور متوسط رہے گی۔ ڈاک سے بھیجنے کا بھی نظم رہے گا۔

آپ ایک کارڈ لکھ کر ممبر بن جائیے۔ انتظار رہے گا۔

مراسلت کا پتہ :

ناظم دار القلم مسجد عامرہ، عابد روڈ
حیدر آباد ۵۰۰۰۰۱ اے۔ پی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ مؤلف

نحمدہٗ ونصلّی علیٰ رسولہ الکریم

زکوٰۃ ـــــــ اِسلام کا تیسرا اہم ستون ہے جس کا درجہ نماز سے بس کچھ ہی کم ہے۔ نماز اگر "بدنی عبادت" کا اعلیٰ مظہر ہے تو زکوٰۃ "مالی عبادت" کا کامل ترجمان ہے، اسی طرح نماز اگر "حقوق اللہ" کا مغز ہے تو زکوٰۃ "حقوق العباد" کا جوہر ہے۔ اگر ایک شخص نے مسجد میں نماز کا حق ادا کر دیا، تو ممکن نہیں کہ وہی شخص مسجد سے باہر آکر اللہ کے حقوق بھول جائے گا، اس سے تو یہ حقوق اُسی طرح ادا ہوتے رہیں گے جس طرح چشمے سے پانی اُبلتا رہتا ہے۔ اسی طرح جس نے زکوٰۃ کا حق ادا کر دیا، تو اس سے یہ ممکن نہیں کہ وہ بندگانِ خدا کے حقوق پامال کرتا رہے گا آخر جو شخص اپنے بھائیوں اور پڑوسیوں پر اپنی گاڑھی کمائی خود اپنی خوشی سے صرف کرے گا اور صرف کرکے اُن کو اپنا احسان مند بنانے کے بجائے اُلٹا انہیں کا شکر گزار ہوگا، تو ظاہر ہے اس صورت میں تو وہ ان کا ایک ایک حق ادا کر کے ہی چین پائے گا۔

نماز اگر آدمی کا رشتہ خدا سے جوڑتی ہے تو زکوٰۃ اُسے دُنیا پرستی سے بچاتی

ل کی محبت دل سے نکالتی ہے، اور جب مال کی محبت دل سے نکلتی ہے تو آدمی
خلاق، شرافت اور خاکساری پیدا ہوتی ہے۔ وہ اس موقع پر مال کو خدا کی ملک
ہے اور اس میں سے غریبوں اور محتاجوں کا بھی حق نکالتا ہے اور خدا ہی کے حکم
وہ اسے اپنے استعمال میں بھی لاتا ہے ـــــ زکوٰۃ کی یہی وہ حقیقت و حیثیت ہے جس
پیش نظر قرآن مجید میں اہلِ تقویٰ کا یہ خاص شعار بتایا گیا ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ
تے ہیں جس کی وجہ سے وہ اللہ کی خاص رحمت کے مستحق قرار پاتے ہیں۔ ارشاد ہے:

فَسَاَکۡتُبُهَا لِلَّذِیۡنَ یَتَّقُوۡنَ وَیُؤۡتُوۡنَ الزَّکٰوۃَ وَالَّذِیۡنَ هُمۡ بِاٰیٰتِنَا یُؤۡمِنُوۡنَ ۝ (الاعراف - ١٥٦)

تو میں اپنی رحمت ان لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو تقویٰ رکھتے ہیں اور زکوٰۃ دیتے ہیں اور جو ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

زکوٰۃ کی اسی اہمیت کے پیشِ نظر محترم الحاج عزیز اللہ صاحب (مظہر اینڈ
عظم آباد) نے ایک ملاقات میں دارالقلم سے ایک ایسے رسالے کی اشاعت پہ زور
میں اختصار و جامعیت کے ساتھ زکوٰۃ و صدقۂ فطر سے متعلق فضائل اور
علم و مسائل آجائیں اور یہ رسالہ اصحابِ نصاب کے لئے ایک "رہبر" کا فریضہ
دے۔

زیر نظر رسالہ دراصل انھیں کی اس تحریک کی ایک عملی شکل ہے۔ رسالہ کی
میں ان کا مخلصانہ تعاون بھی شامل رہا۔ ادارہ "دارالقلم" موصوف کی اس
اور تعاون دونوں کے لئے شکر گزار ہے، اللہ تعالیٰ جزائے خیر عطا فرمائے۔
کا نفع عام و تام ہو اور مؤلف کے لئے ذخیرۂ آخرت کا ذریعہ بنے۔ (آمین)

محمد رضوان القاسمی
(ناظم دارالقلم حیدرآباد)

رمضان المبارک ۱۴۰۱ھ
جولائی ۱۹۸۱ء
چہارشنبہ

زکوٰۃ

احکام و مسائل

اسلام میں زکوٰۃ کا مقام

قرآن مجید میں اکثر مقامات پر زکوٰۃ کو نماز کے ساتھ ساتھ بیان کیا گیا ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ دین میں زکوٰۃ کی اہمیت نماز کے قریب قریب ہی ہے۔ اسلام میں زکوٰۃ کو جو مقام حاصل ہے اس کا اندازہ اس سے بھی کیا جا سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد عرب کے جن قبائل نے زکوٰۃ ادا کرنے سے انکار کر دیا، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ان کے خلاف جہاد کرنے کا فیصلہ فرمایا۔ اس فیصلہ سے شروع میں حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور بعض دیگر حضرات صحابہ رضؓ کو، گو اختلاف رہا مگر بعد میں انہوں نے بھی اس سے اتفاق کیا۔

نماز اور زکوٰۃ کی حقیقت

دین کی مجموعی حیثیت پر غور کیا جائے تو یہ خدا اور اس کے بندوں کے حقوق کی ادائی کا دوسرا نام ہے۔ نماز اور زکوٰۃ ہمیں ان ہر دو قسموں کے حقوق یاد دلاتے ہیں —— مولانا حمید الدین فراہیؒ، جو "کتاب الٰہی" کی حکمتوں پر گہری نظر رکھتے تھے، فرماتے ہیں۔

اصل الصلوٰۃ رکون العبد الی ربہ محبۃ وخشیۃ واصل الزکوٰۃ

زُکُوْنُ العَبْدِ اِلَی العَبْدِ مَحَبَّۃٌ وَّ شَفْقَۃٌ (تفسیر نظام القرآن ص ۹)

"نماز کی حقیقت بندے کا اپنے رب کی طرف محبت اور خشیت سے مائل ہونا ہے اور زکوٰۃ کی حقیقت بندے کا بندے کی طرف محبت اور شفقت سے متوجہ ہونا ہے"

زکوٰۃ ، معنی و مفہوم

زکوٰۃ کے لغوی معنی افزونی ، زیادتی اور پاکیزگی کے ہیں اصطلاح شرع میں مال کا وہ حصہ جسے مالدار (صاحب نصاب) شریعت کے حکم کے مطابق نکال کر مسلمان فقیر کو (جو غیر ہاشمی ہو) بلا حصول منفعت خالصۃ للہ مالک بنا دے ، اس کا نام زکوٰۃ اسی لئے ہے کہ یہ مالدار کے مال کی حفاظت اور اس کی ترقی ، زیادتی اور پاکیزگی کی ضامن ہے ۔ نیز صاحب مال کے اخلاق میں جلا اور اسکے درجات میں اضافہ کا باعث بنتی ہے ۔

زکوٰۃ کا حکم

ہر صاحب نصاب مسلمان پر فرض ہے کہ اگر اس کے پاس بقدر نصاب مال سال بھر تک موجود رہے تو سال پورا ہونے پر وہ اس کی زکوٰۃ ادا کرے ، ایسے لوگوں کیلئے قرآن و حدیث میں دنیا و آخرت کی بہت ساری بشارتیں دی گئی ہیں ــــ جو شخص اُس کی فرضیت کا انکار کرے وہ کافر ہے اور جو آدمی فرض ہونے کا انکار تو نہ کرے ، لیکن صاحب نصاب ہونے کے باوجود ادا نہ کرے ، وہ فاسق اور سخت گنہگار ہے ، اور آخرت میں جہنم کا ایسا ہولناک عذاب اسکو گھیرے گا ، جسکے تصور سے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ــــ دنیا میں بھی اسکے اور اس کے مال کیلئے سو اندیشے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ ایسے شخص اور ایسے مال سے اپنی حفاظت کی ذمہ داری اٹھا لیتے ہیں ۔

زکوٰۃ ، وعیدیں اور بشارتیں

زکوٰۃ کی غیر معمولی اہمیت کی وجہ سے

قرآن حکیم نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو انتہائی دردناک سزاؤں اور لرزہ خیز عذابوں کی خبر دے کر متنبہ کیا ہے کہ وہ فنا ہونے والے مال و متاع کی بے جا محبت میں گرفتار ہو کر اپنی عاقبت خراب نہ کریں اور اس عذاب سے بچیں، جسکے تصور سے ہی رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ۔۔۔۔ سورہ توبہ میں ہے :"اور جو لوگ سونا اور چاندی جمع کر کے رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں اس کو خرچ نہیں کرتے ہیں تو انہیں دردناک عذاب کی خوشخبری سنا دیجئے۔ ایک دن آئے گا کہ اسی سونے اور چاندی پر جہنم کی آگ دہکائی جائیگی، اور پھر اسی سے ان لوگوں کی پیشانیوں، پہلوؤں اور پیٹھوں کو داغا جائیگا اور کہا جائے گا یہ ہے وہ خزانہ جو تم نے اپنے لئے جمع کر رکھا تھا۔ لو اب سمیٹی ہوئی دولت کا مزہ چکھو"، (التوبہ ۳۴، ۳۵)

اس آیت کی تفسیر میں مولانا شبیر احمد عثمانیؒ لکھتے ہیں:-

"بخیل دولت مند سے جب خدا کے راستے میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کی پیشانی پر بل پڑ جاتے ہیں، زیادہ کہو تو اعراض کر کے ادھر سے پہلو بدل لیتا ہے اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے، اس لئے سونا چاندی تپا کر ان ہی تین مواقع (پیشانی، پہلو، پیٹھ) پر داغ دیئے جائیں گے۔ تاکہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے زکوٰۃ نہ دینے والوں کو متنبہ کرنے کے لئے آخرت کے لرزہ خیز عذاب کی تصویر اس طرح کھینچی ہے۔

"جس آدمی کو خدا نے مال و دولت سے نوازا، پھر اس شخص نے مال کی زکوٰۃ نہیں دی تو اس مال کو قیامت کے روز انتہائی زہریلے ناگ کی شکل دیدی جائیگی۔

زہر کی شدت کے باعث اس کا سر گنجا ہوگا اور اس کی آنکھوں پر دو سیاہ نقطے ہوں گے، قیامت کے روز وہ ناگ اس زر پرست بخیل کے گلے میں لپٹ جائیگا اور اس کے دونوں جبڑوں میں اپنے زہریلے دانت گاڑ کر کہے گا، میں تیرا مال ہوں میں تیرا جمع کیا ہوا خزانہ ہوں"

اس کے برخلاف جو لوگ زکوٰۃ دیتے اور اپنا مال اللہ کے راستے میں فراخ دلی کے ساتھ خرچ کرتے ہیں ان کیلئے زبردست دینی اور دنیاوی فوائد اور بشارتیں ہیں، سورہ لیل کی ایک آیت میں ارشاد ہوا ہے۔

"اور جہنم کی آگ سے وہ شخص دور رکھا جائیگا جو اللہ سے بہت زیادہ ڈرنے والا ہے جو دوسروں کو محض اس لئے اپنا مال دیتا ہے کہ اس کا دل بخل و حرص اور حب دنیا سے پاک ہو جائے۔" (سورہ لیل آیت ۱۷، ۱۸)

سورہ بقرہ میں ہے:-

"جو لوگ اپنے اموال خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں، انکے خرچ کرنے کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ بویا جائے اور اس سے سات بالیاں نکلیں اور ہر ہر بالی میں سو سو دانے ہوں، اسی طرح اللہ تعالیٰ جس عمل کو چاہتا ہے بڑھاتا ہے، وہ فراخ دست اور علیم ہے۔" (البقرہ آیت ۲۶۱)

رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

"اپنے مال کو زکوٰۃ کے ذریعہ محفوظ بناؤ اور اپنے بیماروں کا صدقہ سے علاج کرو اور بلا اور مصیبت کی موجوں کا دعا اور اللہ تعالیٰ کے سامنے عاجزی کے ساتھ استقبال کرو۔"

"تحصین" کے معنی اپنے چاروں طرف قلعہ بنا لینے کے ہیں۔ یعنی جیسا کہ آدمی قلعہ میں بیٹھ جانے سے ہر طرف سے محفوظ ہو جاتا ہے، ایسا ہی زکوٰۃ کا ادا کرنا اس مال کو ایسا محفوظ کر دیتا ہے جیسے کہ وہ مال قلعہ میں محفوظ ہو گیا۔

ایک دوسری حدیث ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں حطیم میں تشریف فرما تھے، کسی شخص نے تذکرہ کیا کہ فلاں آدمیوں کا بڑا نقصان ہو گیا ہے، سمندر کی موجوں نے ان کے مال کو ضائع کر دیا ہے، آپ نے فرمایا: "جنگل ہو یا سمندر کسی جگہ بھی جو مال ضائع ہوتا ہے، وہ زکوٰۃ کے نہ ادا کرنے سے ضائع ہوتا ہے، لہٰذا اپنے مالوں کی زکوٰۃ کے ذریعہ حفاظت کرو۔"

ان آیات و احادیث سے ثابت ہوا کہ مال کی زکوٰۃ ادا کرنے سے نہ صرف دل پاک ہوتا ہے۔ بلکہ مال بھی پاک ہو کر بڑھتا اور محفوظ ہو جاتا ہے، اور خود آپ غور کر سکتے ہیں جس مال کے تحفظ کا ضامن خود اللہ تعالیٰ ہو اسے کون سا خطرہ لاحق ہو سکتا ہے۔

زکوٰۃ اور ٹیکس کا فرق!

"زکوٰۃ کے متعلق آپ کے ذہن میں یہ غلط فہمی نہیں رہنی چاہیئے کہ یہ کوئی ٹیکس ہے در اصل یہ ٹیکس ہے ہی نہیں بلکہ ایک عبادت ہے۔ اور نماز کی طرح اسلام کا ایک اہم رکن۔

زکوٰۃ اور ٹیکس میں زمین آسمان کا فرق ہے، ٹیکس ہوتا ہے جو زبردستی کسی انسان پر عائد کیا جاتا ہے، اس کیلئے ضروری نہیں کہ وہ بخوشی اس کو قبول کرے ——— پھر ان دونوں میں اصولی فرق یہ ہے کہ ٹیکس در اصل ان خدمات کے مصارف پورے کرنے کیلئے عائد کیا جاتا ہے، جن کا فائدہ خود ٹیکس ادا کرنے والوں کی طرف

بھی پلٹتا ہے اسکے پیچھے مادی تصور کارفرما ہے کہ آپ جن سہولتوں کی ضرورت محسوس کرتے ہیں اور چاہتے ہیں، حکومت کے ذریعہ سے وہ سہولتیں بہم پہونچائی جائیں ان کیلئے آپ اپنی اپنی دولت کے لحاظ سے حسب چندہ دیں۔ یہ ٹیکس درحقیقت ایک طرح کا چندہ ہی ہے، جو قانونی جبر کے تحت ان اجتماعی خدمات کیلئے آپ سے لیا جاتا ہے، جنکے فوائد سے متمتع ہونے والوں میں آپ خود بھی شامل ہیں۔

زکوٰۃ اس کے برعکس ایک عبادت ہے، بالکل اسی طرح جیسے نماز ہے۔ کوئی پارلیمنٹ یا قانون ساز اسمبلی اس کی عائد کرنے والی نہیں ہے، بلکہ اسے خدا نے عائد کیا ہے جسے ایک مسلمان اپنا معبود برحق مانتا ہے، کوئی شخص اگر اپنے ایمان کو محفوظ رکھنا چاہتا ہو تو وہ زکوٰۃ سے بچنے یا اس میں خردبرد کرنے کی کبھی کوشش نہیں کرسکتا۔ بلکہ اگر کوئی خارجی طاقت اس سے حساب لینے اور زکوٰۃ وصول کرنے والی نہ بھی ہو تو ایک مومن اپنی زکوٰۃ کا حساب خود کرکے اپنی مرضی سے نکالے گا۔ پھر یہ زکوٰۃ سرے سے اس غرض کیلئے ہے ہی نہیں کہ ان اجتماعی ضروریات کو پورا کیا جائے جن سے متمتع ہونے میں آپ خود بھی شامل ہیں۔ بلکہ یہ صرف ان لوگوں کے لئے مخصوص کی گئی ہے جو کسی نہ کسی طرح سے دولت کی تقسیم میں اپنا حصہ پانے سے یا پورا حصہ پانے سے محروم رہ گئے ہیں اور کسی وجہ سے مدد کے محتاج ہیں، خواہ عارضی طور پر یا مستقل طور پر ـــــ اس طرح زکوٰۃ اپنی حقیقت اپنے بنیادی اصول، اور اپنی روح اور شکل کے اعتبار سے ٹیکس سے بالکل ایک مختلف چیز ہے۔ یہ آپ کیلئے سڑکیں اور ریلیں اور نہریں بنانے اور ملک کا نظم و نسق چلانے کیلئے نہیں ہے، بلکہ چند مخصوص حق داروں کے حقوق ادا کرنے کیلئے خدا کیطرف سے

ایک عبادت کے طور پر فرض کی گئی ہے۔ اسلام کے پانچ ارکان میں سے ایک رکن ہے اور اس کا کوئی فائدہ اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے اجر کے سوا آپ کی ذات کی طرف پلٹ کر نہیں آتا۔

زکوٰۃ کے فرض ہونے کی شرطیں

زکوٰۃ فرض ہونے کی حسب ذیل سات شرطیں ہیں۔

۱:۔ مسلمان ہونا ——— غیر مسلم پر زکوٰۃ فرض نہیں ہے لہٰذا جو شخص اسلام قبول کرے اس پر اسلام سے قبل کی زکوٰۃ نہیں ہے۔

۲:۔ آزاد ہونا ——— غلام پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

۳۔ عاقل ہونا ——— مجنون اور دیوانے پر زکوٰۃ نہیں ہے۔

۴۔ بالغ ہونا ——— نابالغ بچے کے مال میں زکوٰۃ نہیں ہے خواہ یہ مال اس کے قبضہ میں ہو یا اس کے کسی ولی یا سرپرست کے پاس بطور امانت رکھا ہوا ہو۔

۵۔ مالک نصاب ہونا ——— یعنی اتنے مال و متاع کا مالک ہونا جس پر شریعت نے زکوٰۃ فرض قرار دی ہے۔ تفصیلات آگے آ رہی ہیں۔

۶۔ نصاب کا ضرورت اصلیہ اور قرض سے بچا ہوا ہونا۔

(الف) ضرورت اصلیہ سے مراد وہ بنیادی ضرورتیں ہیں جن پر آدمی کی حیات اور عزت و آبرو کا دارومدار ہو، جیسے کھانا، پینا، لباس، رہنے کا مکان، پیشہ ور آدمی کیلئے اوزار اور مشین وغیرہ، سواری کا گھوڑا، موٹر، سائیکل وغیرہ، گھرداری کا سامان، کتابیں جو مطالعہ کیلئے ہوں کاروبار کی غرض سے نہ ہوں۔

یہ ساری ہی چیزیں ضرورتِ اصلیہ میں شمار ہوں گی، ان پر زکوٰۃ فرض نہیں ہوگی۔

(ب) مقروض پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے، ہاں اگر مال اتنا ہو کہ قرض ادا کرنے کے بعد بھی وہ بقدر نصاب بچ جائے تو ایسے شخص پر زکوٰۃ فرض ہوگی۔

۷۔ مالکِ نصاب ہونے کے بعد نصاب پر ایک پورا سال گزرنا۔

ادائے زکوٰۃ صحیح ہونے کی شرطیں۔

ادائے زکوٰۃ کے صحیح ہونے کی چھ شرطیں ہیں، یہ شرطیں موجود ہوں تو زکوٰۃ ادا ہوگی ورنہ ادا نہ ہوگی، وہ یہ ہیں۔

۱۔ مسلمان ہونا ـــــ یعنی زکوٰۃ دینے والا مسلمان ہو۔

۲۔ نیت کرنا ـــــ یعنی ادائے زکوٰۃ کیلئے ضروری ہے کہ ادا کرنے یا مال علیحدہ کرنے کے وقت زکوٰۃ کی نیت کرے، جس کا تعلق دل سے ہے اس وقت اتنا خیال ضروری ہے کہ کسی کے پوچھنے پر فوراً جواب دے سکے کہ یہ زکوٰۃ کا مال دے رہا ہوں۔

۳۔ مالک بنانا ـــــ یعنی زکوٰۃ ادا کرتے وقت کسی مستحق زکوٰۃ کو مالک بنائے۔ اگر کوئی ادارہ زکوٰۃ کی تحصیل یا تقسیم کا کام انجام دے رہا ہو تو اسے بھی مالک بنانا کافی ہے۔

۴۔ مقررہ مدوں میں صرف کرنا ـــــ ان مدوں کی تعیین اور تشریح قرآن مجید میں موجود ہے، جن کی تفصیل آگے آرہی ہے۔

۵۔ عاقل ہونا ـــــ دیوانہ مجنون اور فاتر العقل اگر زکوٰۃ ادا کرے تو زکوٰۃ

صحیح نہ ہوگی۔

۶۔ بالغ ہونا۔ نابالغ بچہ زکوٰۃ دے تو اس کی زکوٰۃ صحیح نہیں۔

زکوٰۃ کی قسمیں

انواعِ زکوٰۃ پانچ ہیں۔

۱۔ سونا چاندی ــــ سونا بیس طلائی مثقال اور چاندی دو سو درہم ہو اور ان پر سال گذر جائے تو ۲½ کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

۲۔ مالِ تجارت ــــ جو مال بیچنے اور نفع کمانے کیلئے ہو، وہ مالِ تجارت ہے خواہ کسی قسم کا مال ہو، یہاں تک کہ اینٹیں، پتھر، مٹی کے برتن، گھاس، پھونس اگر انکی تجارت کی جائے اور نصاب سونا، چاندی کے نصاب کو پہونچ جائے اور سال بھر گذر جائے تو ۲½ ہی کے حساب سے زکوٰۃ ادا کی جائے گی۔

۳۔ سونے چاندی کی کان اور خزانہ ــــ قانونِ شریعت میں ان دونوں کی ایک حیثیت ہے۔ دار الحرب ہیں ⅕ ارض صلح میں ۲½ حصہ ریاست کا اور باقی پانے والے کا حق ہے۔

۴۔ غلہ اور پھل۔ اگر زمین بارش اور قدرتی نالیوں کے ذریعہ سیراب ہوتی ہو تو ⅒ اور سینچنا پڑے اور نشو و نما میں کاوشیں اٹھانی پڑیں تو ⅟۲۰ حصہ پیداوار کا الگ کرنا پڑے گا۔

۵۔ مویشی ــ ان میں اونٹ، گائے، بیل، بھیڑ، بکری داخل ہیں، یہ ضروری ہے کہ وہ بار برداری، گھی، دودھ، اور افزائشِ نسل کیلئے پالے گئے ہوں اور سال کی اکثر مدت میں چرتے رہے ہوں، انکی زکوٰۃ تقریباً ڈیڑھ سے ڈھائی فی صد تک ہوتی ہے، گھوڑے گدھے اور خچر اگر تجارت کیلئے نہ ہوں تو ان پر زکوٰۃ واجب نہیں۔

وضاحتیں:۔ (الف) سونا چاندی، کے مذکورہ بالا نصابوں میں ہندوستانی

وزنوں کے لحاظ سے ہندوستانی علماء محققین میں باہمی اختلاف پایا جاتا ہے، جس میں سونے کے نصاب کیلئے ۷½ تولے اور چاندی کے نصاب کیلئے ۵۲½ تولہ والا قول زیادہ مشہور ہے۔[۱]

(ب) "انواع زکوٰۃ" کے ذیل میں جو ۵ نمبر ہیں ان میں سے یہاں صرف ۱ اور ۲ کے ذیلی اور جزوی احکام و مسائل بیان کئے جائیں گے۔

سونے چاندی سے بنی ہوئی چیزوں کی زکوٰۃ

سونا چاندی کسی شکل میں بھی ہو اس کی زکوٰۃ واجب ہے چاہے وہ سکے ہوں، تار ہو، ڈلی ہو، گوٹا لچکا ہو، یا کپڑے پر زری کا کام ہو۔ یا کپڑے کی بناوٹ میں سونا یا چاندی کا تار ہو، یا عورت کے استعمال کا زیور ہو۔ ہر ایک پر چالیسواں یعنی ڈھائی فی صد کے حساب سے زکوٰۃ واجب ہو گی۔

اموال تجارت کی زکوٰۃ

اموال تجارت میں سونے یا چاندی کے نصاب کو بنیاد بنا کر زکوٰۃ ادا کی جائے گی، مثلاً کسی کے پاس ۵۰۰ روپے موجود ہیں، اس رقم میں سونے کا نصاب تو نہیں بنتا لیکن چاندی کا نصاب بن جاتا ہے تو اسی نصاب کے حساب سے زکوٰۃ ادا کرنا چاہیئے، نیز زکوٰۃ میں اصل معیار چاندی ہی ہے۔

اموالِ تجارت میں زکوٰۃ ادا کرنے کا طریقہ یہ ہے کہ کاروبار شروع کرنے کی تاریخ پر جب ایک سال گذر جائے تو تجارتی مال کی مالیت کا حساب لگایا جائے اور یہ دیکھا جائے کہ نقد رقم کتنا ہے، دونوں کے مجموعہ پر زکوٰۃ نکالی جائے۔

اگر کسی کاروبار میں کئی افراد شریک ہیں تو کاروبار کے مجموعی اسٹاک اور کیش رقم پر زکوٰۃ واجب نہ ہوگی، بلکہ ہر شریک کے حصے اور منافع کی رقم پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔ اگر یہ حصہ اور اس کا منافع بقدر نصاب ہے تو زکوٰۃ واجب ہو گی ورنہ نہیں۔

---

[۱] مولانا عبدالشکور لکھنویؒ کی تحقیق کے مطابق سونا کا نصاب سوا پانچ تولے اور چاندی کا نصاب ساڑھے چھتیس ۳۶½ تولے ہے۔ سابق ریاست حیدرآباد میں اسی پر عمل درآمد تھا غریبوں کا فائدہ اور احتیاط اسی میں ہے۔

کاروبار میں کام آنے والے اوزار اور آلات، فرنیچر، اسٹیشنری کا سامان، عمارت یعنی عوامل پیدائش پر زکوٰۃ واجب نہیں ہوتی ہے۔ صرف مالِ تجارت اور کیش رقم کی واقعی مالیت پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

سکوں اور نوٹوں کی زکوٰۃ

حکومت کے سکے چاہے وہ کسی دھات کے ہوں اور کاغذی سکے یعنی نوٹ وغیرہ کی زکوٰۃ واجب ہے اور چاندی سونے کے قائم مقام کرتے ہوئے اسی حساب سے زکوٰۃ دی جائیگی۔

ادھورے نصاب

۱- کسی کے پاس تھوڑی سی چاندی ہے اور تھوڑا سا سونا۔ دونوں میں سے نصاب کسی کا پورا نہیں ہے تو اس صورت میں سونے کی قیمت چاندی سے یا چاندی کی قیمت سونے سے لگا کر دیکھا جائیگا کہ دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا ہوتا ہے یا نہیں، اگر کسی کا نصاب پورا ہو جائے تو اس کی زکوٰۃ دی جائے اور دونوں میں سے کسی کا نصاب پورا نہ ہو تو زکوٰۃ فرض نہیں۔

۲- اگر کسی کے پاس صرف تین چار تولے سونا ہے اس کی قیمت چاندی کے نصاب کے برابر یا اس سے زیادہ ہے، لیکن چاندی یا چاندی کی کوئی چیز اس کے پاس نہیں ہے تو اس صورت میں اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔

۳- کسی کے پاس کچھ تجارتی مال ہے جو نصاب کے برابر نہیں ہے لیکن اس کے علاوہ کچھ سونا یا چاندی بھی اس کے پاس ہے تو اگر سب کے ملانے سے نصاب پورا ہو جاتا ہے تو اس مجموعہ پر زکوٰۃ واجب ہوگی ورنہ نہیں۔

زکوٰۃ کے واجب ہونے اور نہ ہونے کے چند مسائل

۱- سونے چاندی کے علاوہ کسی دوسری دھات یا اس سے

بنے ہوئے زیور، سچے موتیوں کے ہار، یاقوت اور تمام دوسرے جواہر، چاہے کیسے ہی قیمتی ہوں، ان پر زکوٰۃ واجب نہیں ہے، اسی طرح گھر کے ساز وسامان جیسے پتیلی، دیگچی، بڑی دیگ، سینی، لگن، کھانے پینے کے برتن، رہنے سہنے کا مکان، پہننے اوڑھنے کے کپڑے دری، فرش، فرنیچر، نوادارت اور زیب وآرائش کی چیزوں پر بھی زکوٰۃ واجب نہیں ہے البتہ ان چیزوں کی کوئی تجارت کرے تو بلوغِ نصاب کے بعد زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۲۔ درمیان سال میں مال کے کم یا گم جانے کا کوئی اعتبار نہیں، شروع سال اور آخر سال میں اگر کوئی صاحبِ نصاب رہا تو اس پر زکوٰۃ واجب ہوگی۔

۳۔ سال کی درمیانی مدت میں جو مال یا رقم بھی بڑھے، سال کے آخر میں اس مال یا رقم کے مجموعہ پر زکوٰۃ عائد ہوگی۔ فرض کیجئے کہ کسی نے ۵ رمضان کو ۴ ہزار روپئے کی زکوٰۃ ادا کی اور چار ہزار اس کے پاس محفوظ ہیں، اب رجب کے مہینے میں ۴ ہزار اسے مزید مل گئے تو اب سال جو ۴ رمضان کو پورا ہوگا، اسے پورے ۸ ہزار کی زکوٰۃ ادا کرنی ہوگی، یہ نہ سوچے کہ جو ۴ ہزار رجب میں ملے ہیں ان پر تو سال نہیں گزرا ہے۔

۴۔ رہنے سہنے کے مکان پر زکوٰۃ نہیں ہے چاہے وہ کتنی ہی مالیت کا ہو۔

۵۔ دوکان اور مکان جن سے کرایہ وصول ہوتا ہو ان پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے خواہ کی تعداد کتنی ہی ہو اور کسی مالیت کے ہوں۔

۶۔ کرایہ پر چلائی جانے والی چیزیں مثلاً سائیکل، رکشا، ٹیکسی، بس، ٹرک، فرنیچر کراکری کا سامان وغیرہ پر زکوٰۃ نہیں ہے ہاں ان سے حاصل ہونے والا منافع اگر بقدر نصاب ہو اور اس پر سال گزر جائے تو زکوٰۃ واجب ہو جائے گی انکی قیمتوں پر کوئی زکوٰۃ نہیں۔

۷۔ کارخانے کی مشینوں اور آلات پر زکوٰۃ نہیں ہے، نیز کارخانے کی عمارت کار دبا۔

میں کام آنے والے فرنیچر، اسٹیشنری کے سامان، دکان کی عمارت پر زکوٰۃ نہیں ہے۔
۸۔ مرغی خانہ جو انڈوں کی فروخت کیلئے قائم کیا گیا ہو، اس کی مرغیوں پر بھی زکوٰۃ نہیں ہے۔
البتہ فروخت ہونے والے انڈوں پر وہی زکوٰۃ واجب ہوگی جو دوسرے تجارتی اموال پر واجب ہے۔

زکوٰۃ کی ادائیگی

۱۔ جب بقدر نصاب مال پر چاند کے حساب سے سال پورا ہو جائے تو زکوٰۃ ادا کر دینی چاہیئے۔ دیر لگانا اچھا نہیں۔

۲۔ بقدر نصاب مال کے مالک ہونے کے بعد اگر سال گذرنے سے پہلے زکوٰۃ ادا کردی جائے تو یہ درست ہے۔

۳۔ اصل فرض تو یہ ہے کہ جس مال پر زکوٰۃ واجب ہوئی ہے، اسی کا چالیسواں حصہ زکوٰۃ میں دیا جائے۔ باقی یہ بھی جائز ہے اور ضرورتمندوں کی سہولت اگر اسی میں ہے تو یہی بہتر ہے کہ اس کی قیمت دے دی جائے۔

۴۔ زکوٰۃ دینے میں اور دیگر صدقہ خیرات میں اپنے رشتہ داروں کو مقدم رکھنا چاہیئے جنہیں شریعت نے دینے کی اجازت دی ہے۔ کہ اس سے دہرا ثواب ملتا ہے ایک فریضہ کی ادائیگی اور دوسرا حسن سلوک کا۔ ان کے بعد اپنے پڑوسیوں یا اپنے شہر کے زیادہ حاجتمندوں کا نمبر آتا ہے۔ مستحق طالب علموں دینی مدرسوں اور دیندار عالموں کو بھی دینا بڑا ثواب ہے۔

۵۔ ایک شہر کی زکوٰۃ دوسرے شہر کو بھیجنا مکروہ ہے، ہاں اگر دوسرے شہر میں رشتہ دار رہتے ہیں یا جہاں والوں کے اعتبار سے وہاں والے زیادہ محتاج ہیں، یا اس مقام پر کوئی ناگہانی ارضی یا سماوی آفت نازل ہوگئی ہے یا وہ لوگ دین کے کام میں لگے ہیں اور مجموعی طور پر امت کا فائدہ ہو رہا ہے تو ایسی تمام صورتوں میں دوسرے شہر اور علاقہ میں زکوٰۃ بھیجنا یا وہاں کے نمائندوں کے حوالے کرنا مکروہ نہیں، بلکہ دینی اجتماعی ضرورت کا تقاضا ہے

۶۔ اگر کسی کو مستحق سمجھ کر زکوٰۃ دے دی، بعد میں معلوم ہوا کہ وہ سید تھا یا مالدار تھا، یا ان رشتہ داروں میں کوئی ایک تھا جنہیں زکوٰۃ نہیں دی جا سکتی تو زکوٰۃ ادا ہو گئی۔ پھر سے زکوٰۃ دینی واجب نہیں۔

۷۔ جو روپے زکوٰۃ کی نیت سے رکھے ہوں اگر وہ کھو جائیں یا کوئی چرا لے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی پھر ادا کرنی چاہیے۔

نیتِ زکوٰۃ!

۱۔ اگر زکوٰۃ نکالتے وقت زکوٰۃ ادا کرنے کی نیت نہیں کی تو زکوٰۃ ادا ہونے کیلئے ضروری ہے کہ وہ مال مستحق کے پاس موجود ہو، اگر مال موجود نہ ہو تو بعد میں زکوٰۃ کی نیت صحیح نہیں ہو گی۔

۲۔ اسی طرح کسی کو قرض دیا تھا اب اس کو زکوٰۃ کے حساب میں لگا کر معاف کرنا چاہے تو زکوٰۃ ادا نہیں ہو گی۔ اگر ادائے قرض میں اس کی امداد کرنی ہے تو اس کی صورت یہ ہے کہ اتنی رقم اس کو زکوٰۃ کی نیت سے دیدے پھر اس سے اپنے قرض میں رقم وصول کرلے۔

۳۔ جس کو زکوٰۃ دی جائے اس کو یہ بتانا ضروری نہیں ہے کہ یہ زکوٰۃ کی رقم ہے بلکہ اگر زکوٰۃ کی نیت کر کے کسی غریب کو انعام کے طور پر یا کسی مفلس کے بچوں کو عیدی کے نام سے رقم دیدی، جب بھی زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔

۴۔ بہت سے لوگ بغیر کسی نیت کے اللہ کے راستے میں خرچ کرتے رہتے ہیں، اور یہ خرچ کرنا "زکوٰۃ" کیلئے کافی سمجھتے ہیں۔ یہ صحیح ہے کہ انہیں خرچ کرنے کا ثواب ملے گا۔ لیکن اس سے زکوٰۃ کا جو فریضہ ہے وہ ساقط نہیں ہوگا۔ حضرت مجدد الف ثانی رح فرماتے ہیں۔ "زکوٰۃ کی نیت سے ایک دانگ ہار تی کا دینا بہتر ہے، اس سونے کے پہاڑ سے جو بطریق صدقہ نافلہ دیا گیا ہے۔"

زکوٰۃ کب ساقط ہو جاتی ہے؟

۱۔ سال گذرنے کے بعد ابھی زکوٰۃ نہیں دی تھی کہ سارا مال ضائع ہو گیا۔ یا سارا مال راہِ خدا میں صرف کر دیا، تو اس کی زکوٰۃ بھی ساقط ہو جاتی ہے۔

۲۔ لیکن اگر سارا مال ضائع نہیں ہوا، تھوڑا مال ضائع ہوا یا تھوڑا مال خیرات کیا، باقی باقی رہے تو جس قدر مال ضائع ہوا یا خیرات کیا، اس کی زکوٰۃ ساقط ہو گئی، باقی مال کی زکوٰۃ ادا کرے۔

مصارفِ زکوٰۃ :

مصارف زکوٰۃ سے وہ لوگ مراد ہیں جن کو زکوٰۃ دینی جائز ہے۔ اس زمانے میں مصارفِ زکوٰۃ یہ ہیں۔

۱۔ فقیر: یعنی وہ شخص جس کے پاس کچھ تھوڑا مال و اسباب ہو، لیکن اتنا نہیں جو نصاب کی مقدار کو پہونچے۔

۲۔ مسکین: یعنی جس شخص کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔

۳۔ قرضدار: یعنی وہ شخص جس کے ذمہ لوگوں کا قرض ہو۔ اور اس کے پاس قرض سے بچا ہوا بقدر نصاب کوئی مال نہ ہو۔

۴۔ مسافر: جو حالتِ سفر میں تنگدست ہو گیا ہو، خواہ وہ گھر پر مالدار اور صاحبِ نصاب ہی کیوں نہ ہو، اسے بقدر حاجت زکوٰۃ دیدینا جائز ہے۔

کن لوگوں کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں؟

۱۔ مالدار کو: یعنی اس شخص کو زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، جس پر خود زکوٰۃ فرض ہے

یا اس کے پاس نصاب کے برابر قیمت کا کوئی اور مال موجود ہے اور اس کی حاجت اصلیہ سے فاضل ہے، جیسے کسی کے پاس تانبے کے برتن روزمرہ کی ضرورت سے زائد رکھے ہوئے ہیں اور انکی قیمت بقدر نصاب ہے، اس پر اگرچہ ان برتنوں کی زکوٰۃ دینی واجب نہیں ہے، مگر ان کو زکوٰۃ کا مال لینا بھی حلال نہیں۔

۲۔ سید اور بنی ہاشم کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں ہے۔ انکی اگر خدمت کرنی ہو تو زکوٰۃ کے علاوہ کوئی اور رقم بطور ہدیہ پیش کی جائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ان کو جو خاندانی نسبت ہے اس کے احترام کا یہی تقاضا ہے۔

بنی ہاشم سے حضرت حارث بن عبد المطلبؓ، حضرت جعفرؓ، حضرت عقیلؓ، حضرت عباسؓ اور حضرت علیؓ کی اولاد ہیں۔

۳۔ اپنے ماں باپ، دادا دادی، نانا نانی، وغیرہ جو ان سے اوپر کے ہوں۔
۴۔ بیٹا، بیٹی، پوتا، پوتی، نواسا، نواسی وغیرہ جو ان سے نیچے کے ہوں۔
۵۔ خاوند اپنی بیوی کو اور بیوی اپنے خاوند کو بھی زکوٰۃ نہیں دے سکتی۔
۶۔ غیر مسلم:
۷۔ مال دار آدمی کی نابالغ اولاد ان تمام لوگوں کو زکوٰۃ دینی جائز نہیں۔

خدمت کی اجرت میں زکوٰۃ

کسی خدمت یا کسی کام کی اجرت میں زکوٰۃ دینا جائز نہیں ہے، البتہ عاملِ زکوٰۃ یعنی جو شخص زکوٰۃ وصول کرنے پر مقرر ہوتا ہے، قرآن مجید میں اس کو بھی مستحق لوگوں میں شمار کیا گیا ہے لہٰذا اس کی تنخواہ مالِ زکوٰۃ میں سے ادا کرنی جائز ہے۔

کن کاموں میں زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں

جن کاموں میں کسی مستحق کو مالک نہ بنایا جائے ان میں مالِ زکوٰۃ خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔ جیسے میت کے گور وکفن میں لگا دینا یا میت کا قرض ادا کرنا، مسجد یا مدرسہ کی تعمیر، مسجد یا مدرسہ کا فرش، لوٹوں یا پانی یا بوریا وغیرہ یا کتب خانہ کیلئے خرید کتب پر زکوٰۃ کا مال خرچ کرنا جائز نہیں ہے۔

اِن لوگوں کو زکوٰۃ دے سکتے ہیں!

۱۔ مذکورہ بالا رشتہ دار دل کے سوا اور سب کو زکوٰۃ دینا درست ہے۔ جیسے بھائی، بہن، بھتیجی، بھانجی، چچا، پھوپھی، خالا، ماموں، سوتیلی ماں سوتیلا باپ، ساس خسر وغیرہ۔

۲۔ اگر لڑکا یا لڑکی بالغ ہو اور خود وہ مالدار نہیں، لیکن ان کا باپ مالدار ہے تو انکو زکوٰۃ دینا درست ہے۔

۳۔ اگر چھوٹے بچہ کا باپ تو مالدار نہیں، مگر ماں مالدار ہے تو بچہ کو زکوٰۃ دینا صحیح ہے۔

۴۔ گھر کے نوکر چاکر، خدمت گار، ماما، دائی وغیرہ کو بھی زکوٰۃ دینا درست ہے۔ لیکن ان کی تنخواہ میں حساب نہ کرے۔ بلکہ تنخواہ سے زائد بطور انعام اکرام کے دیدے اور دل میں زکوٰۃ کی نیت رکھے تو درست ہے۔

۵۔ جس شخص کو کسی عورت نے بچپن میں دودھ پلایا ہے، اسے وہ شخص زکوٰۃ دے سکتا ہے۔

۶۔ کسی شخص کے پاس ہزار دو ہزار کا مکان ہے۔ جس میں وہ رہتا ہے یا اس کے

کرایہ سے اپنی گذر کرتا ہے، اس کے علاوہ اس کے پاس کوئی مال نہیں، بلکہ تنگدست ہے اس کو زکوٰۃ دی جا سکتی ہے کیوں کہ یہ مکان اس کی حاجت اصلیہ میں داخل ہے ـــ البتہ جب حاجت اصلیہ سے کوئی مال زائد ہو اور وہ بقدر نصاب ہو تو اسے زکوٰۃ لینی جائز نہیں ہے۔

زکوٰۃ کے متفرق مسائل:

۱۔ مہرِ مؤجل (وہ مہر جو عقدِ نکاح کے وقت نہیں، بلکہ بعد میں تاخیر سے ادا کی جائے) جب کہ آج کل عموماً ہوتا ہے۔ صحیح مذاہب کے موافق مانع زکوٰۃ نہیں ہے مثلاً کسی کے دس ہزار روپے موجود ہیں اور پانچ ہزار کا قرض مہر مؤجل بیوی کا اس کے ذمہ ہے، تو وہ شخص پورے دس ہزار روپے کی زکوٰۃ ڈھائی فی صد کے حساب سے ڈھائی ہزار سو روپے ادا کرے گا۔

۲۔ دینی مدارس کے لئے جو رقم زکوٰۃ دی جاتی ہے وہاں ایسی صورت اختیار کر لی جاتی ہے جس سے معطی کی زکوٰۃ ادا ہونے میں کچھ شبہ نہ رہے اور وہ یہ ہے کہ اس رقم زکوٰۃ کو اول کسی مسکین کو جو مصرف زکوٰۃ ہو، دے کر اس کی ملک کر دی جاتی ہے، پھر وہ شخص مدرسہ کے مصارف کیلئے ذمہ دارانِ مدرسہ میں سے کسی کو دے دیتا ہے۔ اس حیلۂ تملیک کی صورت میں زکوٰۃ دینے والے کی زکوٰۃ کی ادائیگی میں کوئی نقص نہیں آتا۔

۳۔ اگر کوئی شخص حیلہ کرنے پر مجبور ہے اور اس نے زکوٰۃ کے حقدار کو مگر کچھ کہے مالک و مختار بنا دیا پھر اس کو کارِ خیر میں خرچ کرنے کی ترغیب دی

اور اس نے اس بات کو بخوشی منظور کر لیا تو زکوٰۃ ادا ہو جائے گی۔ اگر وہ خرچ کرنا قبول نہ کرے تو اس پر کسی قسم کا الزام نہیں کہ وہ شخص مالک ہو گا۔ نیت اور طریقہ کار کی درستی پر پورا انحصار ہے، وہ درست ہو تو زکوٰۃ بھی ادا ہو جائیگی تملیک کیلئے ظاہری ردوبدل کافی نہیں ہے۔

۴۔ یہ صحیح ہے کہ حدیث میں زکوٰۃ کو لوگوں کے میل کچیل سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس معنی خیز تعبیر میں جہاں صاحب نصاب کو رغبت دلائی ہے کہ وہ اپنے مال کی زکوٰۃ دے دیا کریں، اس لئے کہ ان کے حق میں یہ میل کچیل ہے۔ اور میل کچیل اپنے پاس رکھنا کون پسند کرتا ہے، وہاں دوسری طرف ان لوگوں کیلئے نفرت کا پہلو بھی ہے جو مالدار اور خوشحال ہو کر زکوٰۃ لینے کی کوشش کرتے ہیں۔ مستحقین زکوٰۃ میں سے کوئی زکوٰۃ لیتا ہے تو اس کے حق میں زکوٰۃ کا مال میل کچیل کی حیثیت نہیں رکھتا، بلکہ پاک اور صاف ستھرا ہے۔ محل اور مقام کی تبدیلی سے حکم میں بھی تبدیلی آ جاتی ہے۔

۵۔ مال حرام میں زکوٰۃ واجب ہونے اور نہ ہونے میں تفصیل ہے اور وہ یہ کہ اگر اس کے پاس دوسرا مال حلال بھی ہے اور اس میں حرام کو ملا دیا تو امام اعظمؒ کے نزدیک زکوٰۃ اس پر لازم ہے۔ اور اگر دوسرا مال حلال بقدر نصاب نہ ہو تو زکوٰۃ اس پر لازم نہیں۔ اگر اس مال حرام کا وارثوں اور مالکوں پر لوٹانا مشکل ہو تو کل مال کا صدقہ کرنا واجب ہے۔

۶۔ مدرسہ کا چندہ جو بقدر نصاب جمع ہو جاتا ہے اور سال بھر اس پر گذر جاتا ہے اس میں زکوٰۃ نہیں۔

۷ ۔ اگر کوئی شخص سستی اور غفلت سے پچھلے سال کی زکوٰۃ ادا نہ کی ہو تو اسے موجودہ اور گزشتہ دونوں سالوں کی زکوٰۃ دینی چاہیئے ۔

۸ ۔ کسی نے اپنی رقم بنک یا کہیں اور جمع کی ہے تو اس پر زکوٰۃ لازمی ہے ۔

۹ ۔ زکوٰۃ کی ادائیگی میں اس چیز کی قیمت کا اعتبار نہیں بلکہ موجودہ نرخ کا اعتبار کیا جائے گا ۔

۱۰ ۔ پراویڈنٹ فنڈ کی رقم پر زکوٰۃ اس وقت ہے جبکہ وہ وصول ہو جائے اور اس نصاب پر سال بھر بھی گذر جائے ، اس کی زکوٰۃ گذشتہ برسوں کی واجب نہیں ہوتی ۔

۱۱ ۔ زکوٰۃ کی ادائیگی کیلئے مالک بنا دینا شرط ہے اس لئے زکوٰۃ کی رقم سے ہسپتال چلانا درست نہیں ہے ۔ اسی طرح اس رقم سے مستحقین کی امداد کیلئے کوئی پراپرٹی یا زمین خریدنا جائز نہیں ۔

۱۲ ۔ کہیں بھی زکوٰۃ کی رقم بھیجنے میں جو کمیشن دینا پڑے اسے زکوٰۃ میں شامل نہیں کیا جائے گا ۔ اس لئے کمیشن زکوٰۃ سے الگ رقم ادا کرے ۔

۱۳ ۔ زکوٰۃ ادا نہیں کی ؟ اس میں شک ہو تو دوبارہ زکوٰۃ ادا کرے ۔

۱۴ ۔ بہت سے ادارے زکوٰۃ کا فنڈ وصول کرکے اس کو سالہا سال رکھے رہتے ہیں اور اصحابِ زکوٰۃ سمجھتے ہیں کہ ہماری زکوٰۃ ادا ہو گئی ، حالانکہ انکی زکوٰۃ اس وقت ادا ہوگی جب انکی رقم مصارفِ زکوٰۃ میں صرف ہو جائے ۔ اس لئے ایسے اداروں کو مسئلہ کی نزاکت کو سمجھنی چاہیئے اور اپنی ذمہ داری کا احساس ہونا چاہیے ۔ شریعت کی روح یہ ہے کہ زکوٰۃ کی رقم جلد از جلد مستحق تک پہنچ جائے ۔ بعض ادارے ہوس اور حرص میں اپنی ضرورت سے زیادہ رقم وصول کرکے سالہا سال رکھے ہوئے رہتے ہیں یا یہ شرعی تعلیم کے منافی ہے ۔

صدقۂ فطر۔ احکام و مسائل

صدقۂ فطر کے معنی: فطر روزہ نہ رکھنا یا روزہ رکھنے کے بعد کھول دینا۔ اصطلاح میں صدقۂ فطر سے مراد وہ واجب صدقہ ہے جو رمضان کے ختم ہونے پر روزہ کھل جانے کی خوشی اور شکریہ کے طور پر دیا جاتا ہے جس سال مسلمانوں پر رمضان کے روزے فرض ہوئے۔ اسی سال نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر ادا کرنے کا حکم بھی دیا۔

صدقۂ فطر کی حکمت اور فوائد: رمضان المبارک میں روزہ رکھنے والے اپنی حد تک یہ کوشش کرتے ہیں کہ رمضان کا احترام کریں اور ان حدود اور آداب و شرائط کا پورا پورا لحاظ رکھیں جن کے اہتمام کی شریعت نے تاکید کی ہے، تاہم انسان سے بہت سی شعوری اور غیر شعوری کوتاہیاں ہو جاتی ہیں۔ صدقۂ فطر کی ایک حکمت یہ بھی ہے کہ آدمی خدا کی راہ میں دل کی آمادگی سے اپنی کمائی خرچ کرے تاکہ ان کوتاہیوں کی تلافی ہو سکے۔ اور خدا کے حضور روزہ شرفِ قبول پا سکے۔ اس کے علاوہ عید کے موقع پر صدقہ دینے کی ایک حکمت اور مصلحت یہ بھی ہے کہ سوسائٹی کے نادار اور غریب افراد بھی اطمینان اور کشادگی کے ساتھ اپنے کھانے پینے اور پہننے اوڑھنے کی ضرورتیں پوری کر سکیں اور دوسرے مسلمانوں کے ساتھ عید گاہ میں حاضر ہو سکیں، تاکہ عید گاہ

کا اجتماع بھی عظیم الشان ہو اور راستوں میں مسلمانوں کی کثرت سے اسلام کی شان و شوکت کا بھی اظہار ہو سکے۔

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں "نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے صدقۂ فطر اس لئے مقرر فرمایا ہے کہ وہ روزہ داروں کو بے ہودہ کاموں اور بے شرمی کی لغزشوں سے پاک کر دے اور نادار حاجتمندوں کے کھانے پینے کا نظم ہو جائے پس وہ شخص جو عید کی نماز سے پہلے صدقۂ فطر ادا کر دے گا تو وہ صدقہ شرف قبول پائے گا اور جو نماز کے بعد ادا کریگا تو وہ عام صدقہ خیرات کی طرح ایک صدقہ ہو گا۔ (ابو داؤد، ابن ماجہ)

حضرت شاہ ولی اللہؒ فرماتے ہیں "عید کا دن، خوشی کا دن ہے اور اس دن اسلام کی شان و شوکت کا اظہار مسلمانوں کی کثرت اور عظیم اجتماعیت کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ اور صدقۂ فطر سے اس مقصد کی تکمیل ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ صدقہ فطر روزے کی تکمیل کا بھی سبب ہے۔" (حجۃ اللہ البالغہ)

صدقۂ فطر کی مقدار اور اسکے احکام:

(الف) گیہوں، گیہوں کے آٹے یا ستو کا آدھا صاع جو ۱۳۵ تولہ کا ہوتا ہے یعنی ایک سیر گیارہ چھٹانک۔ احتیاطاً پونے دو سیر یعنی ایک کیلو ۶۳۳ گرام۔

(ب) جو۔ جو کے آٹے۔ جو کے ستو کا پورا صاع (ساڑھے تین سیر یعنی تین کیلو ۲۶۶ گرام۔ (ج) پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو کی قیمت (د) جو اور گیہوں کے علاوہ کوئی اور غلہ مثلاً چاول باجرہ جوار وغیرہ دیا جائے تو اتنا دیا جائے جتنا پونے دو سیر گیہوں یا ساڑھے تین سیر جو کی قیمت میں آتا ہو۔ یہ ایک شخص کا صدقہ فطر ہے۔ گیہوں اور جو کے بجائے قیمت دے تو اس صورت میں اس

گیہوں اور جو کی قیمت لگائے جو متوسط ہو اور کھلے بازار میں آسانی سے دستیاب ہوسکتا ہو.

صدقۂ فطر کس پر واجب ہے؟

ہر مسلمان آزاد پر، مرد ہو یا عورت جبکہ وہ بقدر نصاب مال کا مالک ہو صدقۂ فطر واجب ہوتا ہے، اگر وہ کسی وجہ سے رمضان کے روزے نہیں رکھ سکا تب بھی اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کے نصاب اور واجب ہونے میں فرق!

زکوٰۃ یا صدقۂ فطر کے نصاب کی مقدار میں کوئی فرق نہیں ہے ۵۲ ½ تولہ (تقریباً ۶۱۲ ½ گرام) چاندی یا ۷ ½ تولہ (تقریباً ۸۷ ½ گرام) سونا جو زکوٰۃ کا نصاب ہے، وہی صدقۂ فطر کا نصاب بھی ہے۔ فرق یہ ہے کہ زکوٰۃ فرض ہونے کیلئے تو ضروری ہے کہ اتنی چاندی یا سونا اس کے پاس نقد موجود ہو یا اتنی قیمت کا کوئی تجارتی مال ہو، صدقۂ فطر واجب ہونے کیلئے ان تین چیزوں کی خصوصیت نہیں ہے۔ کیونکہ صدقۂ فطر کے نصاب میں ہر قسم کا مال حساب میں لیا جاتا ہے۔ ہاں حاجتِ اصلیہ سے زائد اور قرض سے بچا ہوا ہونا دونوں میں شرط ہے۔

پس اگر کسی کے پاس اسکے استعمال کے کپڑوں سے زائد کپڑے رکھے ہوئے ہوں یا روز مرہ کی ضرورت سے زائد تانبے پیتل چینی وغیرہ کے برتن یا قیمتی فرنیچر موجود ہوں یا کوئی مکان اس کا خالی پڑا ہے یا کرایہ پر اٹھا ہوا ہے یا اور کسی قسم کا سامان اور اسباب ہے اور اس کی حاجت اصلیہ سے زائد ہے۔ اور ان چیزوں کی قیمت نصاب کے برابر یا زیادہ ہے تو اس پر زکوٰۃ فرض نہیں۔ صدقۂ فطر واجب

ہے۔ دوسرا فرق یہ ہے کہ صدقۂ فطر کے نصاب پر سال گذرنا بھی شرط نہیں ہے بلکہ اسی روز نصاب کا مالک ہوا ہو تب بھی صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے۔

کس کس کی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے؟

(۱) خوشحال مرد پر اپنے علاوہ نابالغ اولاد کی طرف سے بھی واجب ہے اگر نابالغ اولاد دولت مند ہے تو اس کے مال میں سے ادا کرے ورنہ اپنے پاس سے ادا کرے۔

۲۔ بالغ اولاد کی طرف سے اس صورت میں واجب ہے جب وہ نادار اور غریب ہو۔ مالدار ہونے کی صورت میں واجب نہیں۔

۳۔ جو اولاد ہوش وخرد سے محروم ہو ان کے پاس مال ہو یا نہ ہو ہر صورت میں ان کی طرف سے ادا کرنا واجب ہے خواہ وہ بالغ ہوں۔

۴۔ ان خادموں کی طرف سے بھی واجب ہے جو اس کی سرپرستی میں رہتے ہیں اور جن کے کھانے کپڑے کا یہ کفیل ہو۔

۵۔ بیوی کی طرف سے واجب تو نہیں ہے لیکن اگر بطور احسان ادا کر دیا جائے تو جائز ہے بیوی کی طرف سے ادا ہو جائے گا۔

۶۔ اگر باپ فوت ہو جائے تو دادا کیلئے وہی سارے احکام ہیں جو باپ کیلئے بیان ہوئے۔

۷۔ خاتون اگر خوش حال ہو تو اس پر صرف اپنی طرف سے صدقۂ فطر ادا کرنا واجب ہے اپنے علاوہ کسی کی طرف سے واجب نہیں۔ نہ اولاد کی

طرف سے اور نہ شوہر کی طرف سے ۔

صدقہ فطر واجب ہونے کا وقت

صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت

عید کے دن طلوع فجر ہے۔ لہٰذا جو شخص طلوع فجر سے پہلے فوت ہو جائے یا دولت سے محروم ہو کر نادار ہو جائے تو اس پر واجب نہ ہوگا۔ جو طلوع فجر کے بعد پیدا ہو، ہاں جو بچہ طلوع فجر سے پہلے عید کی شب میں پیدا ہو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔ اسی طرح جو شخص طلوع فجر سے پہلے اسلام کی سعادت پالے یا دولت مند ہو جائے تو اس پر صدقۂ فطر واجب ہے۔

صدقۂ فطر ادا کرنے کا وقت:

صدقۂ فطر واجب ہونے کا وقت تو عید کے دن طلوع فجر ہے۔ لیکن اس کے وجوب کی حکمت اور مقصد کا تقاضا یہ ہے کہ یہ عید سے چند یوم پہلے ہی ضرورتمندوں کو پہونچا دیا جائے تاکہ غریب اور نادار لوگ بھی اپنے کھانے پینے اور پہننے کی ضرورت کا سامان اطمینان کے ساتھ فراہم کر کے سب کے ساتھ عیدگاہ جا سکیں۔ بخاری میں ہے کہ صحابہ کرام رضؓ عید الفطر سے ایک دو دن پہلے ہی صدقۂ فطر ادا کر دیا کرتے تھے۔ اگر کسی وجہ سے دو چار یوم پہلے ادا نہ کر سکے تو عید کی نماز سے پہلے تو بہرحال ادا کر دینا چاہیے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔

فَمَنْ اَدَّاھَا قَبْلَ الصَّلٰوۃِ فَھُوَ زَکٰوۃٌ مَقْبُوْلَۃٌ وَمَنْ	جس شخص نے صدقۂ فطر نماز سے پہلے ادا کر دیا تو وہ خدا کے حضور مقبول صدقہ ہے اور جو شخص

أَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلٰوةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ — نماز کے بعد ادا کرے گا تو وہ عام صدقہ و خیرات کی طرح ایک صدقہ ہے۔

عیدگاہ جانے سے پہلے صدقۂ فطر ادا کرنا مستحب ہے لیکن اگر کوئی شخص کسی وجہ سے یا کاہلی کی بنا پر عید سے پہلے ادا نہ کر سکے تو وہ عید کے بعد ادا کر دے (خواہ کتنی ہی مدت گذر جائے) یہ نہ سمجھے کہ اب معاف ہوگیا ہے۔ اگر کوئی شخص رمضان سے پہلے مثلاً شعبان یا رجب میں صدقۂ فطر ادا کرے تو جائز نہیں اگر کسی نے ایسا کیا تو نفلی خیرات ہوگی۔

صدقہ کن کو دینا چاہیئے اور کن کو نہیں؟

(۱) جن کو زکوٰۃ دینا جائز ہے انہیں صدقۂ فطر بھی دینا جائز ہے اور جنہیں زکوٰۃ دینی جائز نہیں، انہیں صدقۂ فطر دینا بھی جائز نہیں ہے۔

(۲) جن کے پاس صدقۂ فطر کا نصاب موجود ہو وہ نہ صدقۂ فطر لے سکتے ہیں نہ زکوٰۃ، نہ کوئی اور فرض یا واجب صدقہ ان کو لینا جائز ہے۔

(۳) ایک آدمی کا صدقۂ فطر تھوڑا تھوڑا کر کے کئی ضرورتمندوں کو دیا جا سکتا ہے اسی طرح یہ بھی جائز ہے کہ کئی آدمی کا صدقۂ فطر ایک ضرورتمند کو دے دیا جائے۔

دارالقلم حیدرآباد

اغراض و مقاصد

▲ علمی و قلمی سطح پر دینِ اسلام کی خدمت کرنا۔

▲ دورِ جدید کے تقاضوں اور ضرورتوں کے مطابق عصری اسلوب میں اردو، عربی، ہندی، انگریزی اور دیگر علاقائی اور ملکی زبانوں میں تحقیقی اور عام فہم اسلامی لٹریچر اور کتابیں شائع کرنا۔

▲ عرب مصنفین کی اہم کتابوں کے اردو تراجم کی اشاعت کا اہتمام کرنا، اور ایک عربی۔ اردو جریدہ کا اجرا عمل میں لانا۔

▲ ملحدانہ افکار اور اسلام دشمن نظریات کے خلاف جدوجہد کرنا —— اور اسلام سے متعلق ملحدین، مغربی مصنفین، مستشرقین اور متجددین کے پیدا کردہ شکوک و شبہات کا مؤثر جواب دینا اور توحید و سنّت اور حق و صداقت کی آواز کو بلند کرنا۔

▲ عصرِ حاضر کے فکری اور فقہی مسائل کا، قرآن و حدیث، آثارِ صحابہؓ اور سلفِ صالحینؒ کی تصریحات کی روشنی میں حل تلاش کرنا اور بوقتِ ضرورت ایسے مسائل پر اجتماعی غور و فکر کے لئے علمی مذاکرات کے انعقاد کا اہتمام کرنا۔

▲ عامۃ الوقوع جدید پیش آمدہ مسائل میں بطور خود یا ملک اور بیرونِ ملک کے محققین علماء اور مستند دینی اداروں سے ذمہ دارانہ تحریریں اور فتاوی حاصل کرکے مسلمانوں کو آگاہ کرنا۔

▲ اسلامی تاریخ، اسلامی شخصیات اور مسلم کارناموں سے نئی نسلوں کو صحت و اعتماد کے ساتھ واقف کرانا۔

■ اور مسلمانوں کے کلچر، تہذیب اور معاشرت کی حفاظت پر توجہ دینا اور ملکی اور عالمی سطح پر متبعینِ اسلام کی اساساتِ اتحاد اور جذبۂ اخوّت کو بیدار کرنا۔

▲ امتِ مسلمہ کے فرائضِ منصبی اور دعوتی کردار کو یاد دلانا —— اور غیر مسلموں تک اسلام کی دعوت کو پہنچانے کی کوشش کرنا۔

▲ مسلم نوجوانوں کی امنگوں اور حوصلوں کو اسلامی خطوط پر تربیت دینا اور علم و قلم کے ذریعہ ملک کے باشندوں میں اچھے شہری بننے کا جذبہ پیدا کرنا۔

▲ مسلم مصنفین، مؤلفین اور مترجمین کی حوصلہ افزائی کرکے ان کے لئے علمی، تحقیقی اور قلمی کاموں کا ماحول سازگار بنانا —— اور ایک بڑے اسلامی دارالمطالعہ اور کتب خانہ کا قیام عمل میں لانا۔

مراسلت کا پتہ: محمد رضوان القاسمی، مسجد عامرہ، عابد روڈ حیدرآباد ۵۰۰۰۰۱ اے پی (الہند)